کیا کیا جائے!

محمد مظاہر

مذکورہ سوال نما عنوان PMA ہاؤس کراچی میں منعقد ہونے والے مذاکرے کا تھا۔ جو 10 جنوری 2010ء کو ہوا۔ جس میں پاکستان کے تمام بڑے شہروں جن میں پشاور' کوئٹہ' لاہور' سکھر' گوادر' لیاری اور کراچی کے شاعروں' ادیبوں' سماجی کارکنوں اور دانشوروں نے شرکت کی۔ خواتین کی بھی ایک مقدبہ تعداد نے حصہ لیا۔ یہ ارتقاء انسٹی ٹیوٹ اور ''احباب ڈاکٹر سرور'' کے تعاون سے منعقد ہوا۔ اگر چہ کارروائی کوئی چالیس منٹ کی تاخیر سے شروع ہوئی مگر اجلاس ساڑھے پانچ گھنٹے تک جاری رہا اور اس میں غریباً مئو لنچ کے بھی تیس منٹ شامل کیے جاسکتے ہیں۔ ہر مقرر کو چھ منٹ تک اظہار خیال کی آزادی تھی مگر جوش و خروش کے باوصف زیادہ تر مرد و خواتین نے وقت کی پابندی کی اور کوئی بے لطفی نہ پیدا ہوئی۔ پچیس سے زیادہ افراد نے اظہار خیال کیا۔

اظہار خیال میں مندرجہ ذیل نکات ابھرے۔ لوگوں کا خیال ہے یہ سیاسی مسئلہ ہے اور

1- ہمیں بائیں بازو کی ایک نئی سیاسی پارٹی بنانا چاہیے۔

2- ہم خیال پارٹیوں کا ادغام کر دیا جائے۔

3- سیاسی رہنماؤں کو مل بیٹھ کر حل تلاش کرنا چاہیے

4- صوبائی خودمختاری دی جائے اور آئین کی Concurrent لسٹ پر عمل کیا جائے۔

5- سقوط ڈھاکا کے اسباب تلاش کیے جائیں۔ کہیں سول وار نہ شروع ہو جائے۔

6- بیس سے زاید مقررین کے نفس مضمون کے پس پردہ ہلکی سی مایوسی اور تشویش جھلکتی تھی۔

1- ناظم تقریب ڈاکٹر جعفر احمد نے مجھے اظہار خیال کا موقع دیا تو میں نے یہ گزارشات پیش کیں۔ اول یہ کہ ہمیں اضمحلال اور مایوسی کو خود پر طاری نہ ہونے دینا چاہیے۔ کیونکہ جاری حالات میں کئی ایسے عناصر بھی دکھائی دے رہے ہیں جنہیں ہم جگنو کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً ملک میں 60 برس سے جاری سناٹا گزشتہ دو برس سے ختم ہو چکا ہے۔ طاغوتی قوتیں تو پہلے بھی شب خون مارتی رہتی تھیں اور جمود کا رہنا ان کی سب سے بڑی کامیابی تھی۔ متعدد وجوہ پر کچھ ایسی قوتیں جو حالات سے بے اعتنائی برت رہی تھیں اب رزم گاہ میں داخل ہو چکی ہیں۔ وہ سکہ بند ترقی پسند چاہے نہ ہوں۔ مگر طاغوت سے ٹکرانے کی وجہ سے ہماری حمایت کی مستحق ہیں۔ مثلاً وکلاء' طلباء' سول سوسائٹی' سابق فوجی' خواتین اور پولیس نے کئی مواقع پر کارروائی نہ کر کے۔

2- عمومی رائے کے برعکس راقم نے یہ کہا کہ لوگوں کے خدشات کے برعکس سندھ کے سوا ہمارے باقی صوبوں میں طوایف الملوکی یا سول وار کو شروع ہوئے ایک عرصہ گزر چکا ہے۔ جدید سماجی سائنس میں اگر جنتری کے ایک سال کے دوران میں ایک ہزار سے زیادہ افراد قتل ہو جائیں تو یہ سمجھنا چاہیے کہ مذکورہ ملک خانہ جنگی میں مبتلا ہے۔ گزشتہ سال 2009ء میں پاکستان میں صرف خودکش حملوں میں 1674 نفوس ہلاک اور 4584 زخمی ہوئے۔ (روزنامہ جنگ کراچی 2 جنوری 2010ء)۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

3- مذکورہ جنگ دو دائروں میں لڑی جا رہی ہے۔ جن کی جغرافیائی حدود کا اگرچہ تعین کرنا کافی دشوار ہے مگر پھر بھی مسئلے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ہم ایک قیاسی نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ پہلا دائرہ اگر آپ پرکار سے کھینچیں تو بہاولپور کو مرکز بنالیں اور پرکار گھمایئے جس سے شمال میں دائرہ لنڈی کوتل سے گزرے گا اور جنوب میں کراچی کے شمال کو چھوتا ہوا گزر جائے گا۔

4- اسی طرح دوسرا دائرہ بنانے میں آپ مسقط پر پرکار رکھ کر گھمایئے۔ جو صومالیہ، یمن، ایتھوپیا اور عراق سے گزرتا ہوں اور وسطی ایشیا پر سایہ ڈالتا ہوا افغانستان پر مکمل ہو جائے گا۔

5- اس سلسلے میں Homage to catalonia-1937 کا بھی ذکر آیا جس میں فاشسٹوں کی نمائندگی جنرل فرانکو کر رہا تھا اور جس نے جمہوری طور سے منتخب ''حکومت'' کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ کر لیا تھا۔ فرانکو کی حمایت جرمنی اور اٹلی کر رہے تھے۔ جنھوں نے بڑی فوجیں بھیجی تھیں جبکہ انسانیت (حکومت) کی مدد سوویت یونین نے قدرے تکلف سے کی تھی۔

6- یہ سامراج کے خلاف لڑی جانے والی جنگ نو آبادیاتی نظام یا استعمار کے خلاف بھی جنگ تھی۔ جس کا سرغنہ برطانیہ تھا۔ جس پر کبھی سورج نہ غروب ہوتا۔ اور ایک اخبار کو چھوڑ کر برطانوی پریس فرانکو کو قوم پرست کہتا تھا۔ پہلی عالمگیر جنگ کے بعد ماحول نے ایسے حالات پیدا کیے جس سے فرانس میں ترقی پسند تحریک نے 1935ء میں جنم لیا اور ہندوستان میں اگلے سال ترقی پسند مصنفین عالم وجود میں آئی۔ جس نے استعمار سے نجات پانے میں بیسویں صدی کے آخر تک اپنے مقاصد بڑی حد تک حاصل کر لیے۔ دریں اثناء سامراج نے غیر مرئی اور غائبانہ تسلط کے ذریعہ اپنے پنجے دنیا بھر میں گاڑ لیے اور زمام ریاست ہائے متحدہ کے ہاتھ آ گئی۔ اسی لیے سابق وزیر خارجہ امریکا میڈلین البرائٹ کو اپنے مضمون میں یہ کہنا پڑا ''کیا بین الاقوامی نظام ایسے قانونی کل پرزوں پر مشتمل ہے جس کا بنیادی مقصد حکومتوں کی حفاظت کرنا ہے یا اس کا مقصد دنیا کو حقیقی طور پر امن و امان کا گہوارہ بنانا ہے؟'' (روزنامہ ایکسپریس کراچی ۱۵ جون ۲۰۰۸ء) گویا اب یہ امریکا کے فرائض ہیں!

7- یوں سامراج کے کینچلی بدل لینے سے معروضی حالات بدل گئے۔ مگر انجمن ترقی پسند مصنفین روایتی استعماری سامراج کے سراب میں گم ہوتی چلی گئی۔ ہمیں اب نئے مسائل سے واسطہ ہے جس کے لیے قدیم پیمانے اور اصطلاحات اتنے کارآمد نہیں رہے جن کی مدد سے پیش قدمی ممکن ہو سکے۔

8- دانشوروں اور کتب بینی سے دلچسپی رکھنے والے مجمع کو دیکھتے ہوئے میں نے یہ بھی گزارش کی کہ پاکستان کے حالات کا موازنہ کرنے کے لیے اگر آپ چاہئیں تو جارج اورول کی مذکورہ بالا کتاب دیکھی جا سکتی ہے۔ جس کا اردو ترجمہ بھی بازار میں دستیاب ہے۔ اس کتاب سے میں نے چند واقعات بھی دہرائے۔ مثلاً اس جنگ میں مقامی 19 گروہوں کے علاوہ سوویت یونین، اٹلی اور ہٹلر (جرمنی) کی فوجیں بھی برسرِ پیکار تھیں۔ اس جنگ میں ایسا بھی ہوا کہ ترقی پسند (حکومت) {اس لفظ کو یہاں Government نہ سمجھا جائے بلکہ مختلف گروہوں کے عسکری اتحاد کا نام ہے} قوتوں میں موجود خلفشار کی وجہ سے فوج کے سپہ سالار کو پولیس نے گرفتار کر لیا اور عوام نے دو قدیم کلیسا چھوڑ کر تمام گرجا گھر مسمار کر دیے۔

9- اس جنگ میں دنیا بھر کے ادیب، شاعر اور دانشور بھی شریک ہوئے۔ جن میں چند ایک کے نام یوں ہیں۔ برطانیہ سے جارج اورول، کیڈول مزدور لیڈر سوشلزم کا داعی جو وہیں مارا گیا۔ اور متعدد دانشور اس کے علاوہ جرمن نژاد ایما گولڈ مان اور ارنسٹ ہیمنگوے، امریکا سے ان تواں دُ ءسیں ایگزیوپے غی ((The Little Prince کا مصنف) فرانس سے اور الہ آباد (ہندوستان) سے پنڈت جواہر لال نہرو اور پشاور کے مُلک راج آنند۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

10- اس جنگ کا افسوسناک انجام ہوا اور ساڑھے تین سال بعد انسانیت (حکومت) ہار گئی مگر اس خاکستر میں اتنی حرارت تھی کہ آج تک جدوجہد جاری ہے۔ اور ستر سال بعد کیٹالونیہ (اسپین) کا صوبہ پوری یونین میں سب سے زیادہ آزاد اور خودمختار علاقہ ہے اور یورپ یونین کا قانون صرف بارسیلونہ ائیر پورٹ تک محدود اور نافذ ہے (یورونیوز ٹی وی ۱۹ نومبر ۲۰۰۶ء) اسی طرح بھارتی پنجاب میں سکھ شورش جو 1984ء تک چلی اس میں بھی چند مماثلتیں مل سکتی ہیں۔ جس کے سرغنہ جنرل بھنڈار سنگھ تھے جن کی ابتداء میں سقوط ڈھاکا کے بعد سرپرستی دلی سرکار نے کی تھی۔

11- پاکستان کے معروضی حالات ہم سے سنجیدہ اور محتاط مطالعے کا تقاضہ کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں اس خانہ جنگی کی حدود متعین کرنا ہوں گی۔ افغان طالبان نے پہلی مرتبہ 3 ستمبر 2008ء کو (TTP) یا پاکستانی طالبان سے قطع تعلق کرنے کا اعلان کیا (4 ستمبر 2008 ایکسپریس کراچی)۔ اور اس کے بعد اپنے عزم کا کئی مرتبہ اعادہ بھی کیا ہے۔ اس لیے ہمیں پاکستان میں جاری بدامنی یا خانہ جنگی کے فریقوں کا جائزہ لینا ہوگا۔ حکومت پاکستان یا اس کے حلیفوں کا ذکر زیادہ ضروری نہیں۔ کیونکہ وہ اپنا مؤقف سیاسی پارٹیوں اور عوامی مباحثوں میں ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ یوں القاعدہ اور جنداللہ کے سوا پاکستان میں 34 اور گروہ اور گروپ ہیں جنہیں آسانی کے لیے ہم تحریک طالبان پاکستان کہتے ہیں۔ جن میں حال ہی میں دریافت ہونے والے پنجابی طالبان بھی شامل ہیں جو آپریشن راہ راست کے بعد نمودار ہوئے ہیں۔ یہ بھی افواہیں گشت کر رہی ہیں کہ انہیں ہماری، امریکی اور سعودی غیبی امداد بھی ملتی ہے۔

12- ہم انہیں ان کی درپردہ اور کھلم کھلا کارروائی ہی سے پہچان سکتے ہیں۔ جیسا کے سوات آپریشن کے دوران ISPR نے اعلان کیا کہ ہمارا دشمن جب زخمی ہوتا ہے تو کلین شیو ہو جاتا ہے اور صوبہ پختونخواہ اور پنجاب کے شہروں میں پرائیویٹ اسپتالوں میں علاج کرانے چلا آتا ہے۔ (روزنامہ ایکسپریس ۱۶ مئی ۲۰۰۹ء) کسی جنگ میں دشمن کی شناخت سب سے اہم ہوتی ہے۔ مگر ہماری حکومت بہ وجوہ مقدس دشمن کا نام نہیں لے سکتی۔ اسی طرح ہمارا میڈیا عقائد کی دیوار پر بیٹھا ٹک ٹک دیکھتا رہتا تھا۔ بقول ن م راشد

ع۔ دوزخ کی دیوار پر بیٹھے میں اور شیطان دیکھ رہے تھے

اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے سنی اتحاد کونسل نے 2 نومبر 2009ء کے اخبارات میں یہ بیان شائع کرایا کہ ''دہشت گردی میں ملوث ملزمان کو بے نقاب کیا جائے۔'' اور 3 جنوری 2010ء کو حیدرآباد میں کراچی کی دہشت گردی کی خلاف مذمتی جلوس نکالا۔

13- مذکورہ بالا حالات میں جو جنگ ہو رہی ہے اسے ہم بے میل، بے جوڑ یا Asymmetric کہہ سکتے ہیں اور اسی لیے BBC نے 2 نومبر کو اپنی نشریات میں پاکستانی فوج کی آپریشن میں علاقہ کلیئر کرانے کو ناک سے مکھی اڑانے سے تشبیہ دی جو بعد میں کان پر بیٹھ جائے گی۔

14- اب حریف کو زیر کرنے کے کیا ہمارے پاس کوئی ایسے حربے ہیں جن سے کام لیکر اسے شناخت کرلیں؟ جیسا کہ PMA ہاؤس میں اکثر مقررین نے کہا کہ ہمیں سیاسی حکومت اور فوجی کارروائی کی حمایت کرنا چاہیے۔ وہ اپنی جگہ درست ہونے کے باوجود ہمیں ہماری منزل تک نہیں پہنچا سکتی۔ مبارک حیدر اپنی کتاب تہذیبی نرگسیت میں کہتے ہیں۔ ''مسلم معاشروں میں تشدد کی موجودہ لہر کے خلاف احتجاج نہ ہونے کے برابر کیوں ہے؟ ظاہر ہے کہ جو عناصر تباہ کاری کے موجودہ عمل میں لگے ہوئے ہیں انہیں اپنے عزیز و اقارب، اپنے پڑوسیوں اور اپنی بستیوں کی طرف سے نفرت کا سامنا نہیں ہے۔ اگر کسی معاشرے کے رویے میں کسی عمل سے سخت نفرت موجود ہو تو اس عمل کے پنپنے کا سوال ہی نہ پیدا ہوگا۔ لہٰذا کہیں نہ کہیں تشدد اور تباہ کاری کو کوئی ایسی تائید حاصل ہے جو اسے توانائی مہیا کرتی ہے۔'' ہمارا حریف اکثر اوقات جو مطالبات پیش کرتا رہتا ہے انہیں زیادہ سنجیدگی سے لینے کے ساتھ ہمیں اس کے کرتوت کے ساتھ درپردہ مقاصد پر نظر رکھنا چاہیے۔ ہم تک دشمن کے پالیسی بیانات متعدد ہاتھوں سے گزر کر آتے ہیں۔ بقول ہنٹنگٹن ہم اپنا جو تعارف کراتے ہیں اس میں اپنی اصل شناخت ظاہر نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتے یہی بات طالبان پاکستان پر صادق آتی ہے۔مثلاً ان کا دعویٰ ''یہ خودکش حملے کافروں پر ہیں' حوریں تمہاری منتظر ہیں۔'' میر جان ان (ایکسپریس ۱۶ستمبر۲۰۰۸ء)

گزشتہ چند برس سے حریف جو کچھ کر رہا ہے اس کو مختصراً یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

1- انہوں نے 300 سے زیادہ لڑکیوں کے اسکول مسمار کیے یہ الزام فریقین ایک دوسرے پر لگاتے ہیں۔

2- مون مارکیٹ لاہور پر حملہ جس میں اس قسم کی کیمیکل استعمال کیا گیا جس میں فوری موت کے ساتھ جسم پر لباس نہ بچے۔

3- جب TTP کی کمین گاہوں پر سوات میں فوج نے قبضہ کیا تو وہاں خودکش حملہ آوروں کی تربیت کے لیے دیوار گیر جنت کا نظارہ دیکھنے میں آیا اور عورتوں کی قد آدم ننگی تصاویر چسپاں ملیں (عرفان حسن ڈان ۲۔۱۔۲۰۱۰ء)

4- نوجوان لڑکی کو اس لیے سرعام درے لگائے گئے کیونکہ اس نے طالبان کے نامزد مردوں کو خوش نہیں کیا تھا۔

15- ان واقعات سے تو ہم نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ بالعموم عورتوں پر پورا تسلط چاہتے تھے اور خصوصاً ان کی چوت پر اور اسی کے لیے ان کی ساری جدوجہد ہے۔

16- موجودہ جنگ چونکہ بے جوڑ ہے۔جس میں ہماری فوج خاکی وردی پہنتی ہے اور رسل و رسائل کے لیے مخصوص رنگ کی گاڑیاں استعمال کرتی ہے۔اور ٹینک اور لڑاکا طیارے استعمال کرتی ہے۔یہ اسلحہ جات بے میل جنگ میں زیادہ موثر نہیں ہوں گے۔کیونکہ دشمن نہ وردی پہنتا ہے۔نہ ٹینکوں اور توپوں سے مدد لیتا ہے مگر وہ جدید آلات اور اسلحے سے لیس نہایت سفاک ہے۔(میجر جنرل نیاز خٹک۔جنگ کراچی ۲۷ستمبر۲۰۰۴ء)۔اس جنگ کے لیے ہم ''امن پیکار'' کی اصطلاح بھی استعمال کرسکتے ہیں۔اور بقول برطانوی عسکری مورخ جان کیگانؔ ''سابقہ جنگوں کے برعکس موجودہ جنگ نہ خطوں کے لیے لڑی جارہی ہے۔نہ ہی قوم بمقابلہ قوم' دشمن کی شناخت مشکل ہے اس سے بھی کم فتح۔ہمیں دستی ہتھیاروں اور چوکس سپاہی پر توجہ دینا چاہیے۔(ڈان ۲۰ اکتوبر ۲۰۰۱ء)

ہم سب جانتے ہیں کہ جنگ سے کسی مسئلہ کا حل نہیں نکلتا تو اب ہمیں PMA ہاؤس کے سوال کا جواب تلاش کرنا ہوگا کہ ''کیا کیا جائے''

17- چونکہ یہ ایک غیر روایتی جنگ ہے اس لیے فتح حاصل کرنے کے لیے ہمیں کوئی غیر روایتی اور انوکھا طریقہ تلاش کرنا ہوگا۔اس کے باوجود ہمیں جارج اورولؔ کا یہ قول ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ''اگر آپ جنگ لڑیں گے تو غلاظت میں بھی ڈوبیں گے۔'' (ہسپانیہ میں عوامی جنگ ص 252)۔تو کیا ہم اس کے لیے کمربستہ ہیں۔اگر جواب ہاں میں ہے تو میری رائے میں مندرجہ ذیل دو تجاویز پر عمل کرنا ہوگا۔اور اس میں بالا علان خواتین کی مدد حاصل کرنا ہوگی۔اس میں بھاری بھرکم دفاعی بجٹ کے برعکس اخراجات نہ ہونے کے برابر ہیں۔اور امور خانہ داری میں سلائی' دھلائی کے اخراجات میں کفایت اور خونریزی بھی نہ ہوگی۔

1- ایک ٹی وی چینل ایسی نشریات کے لیے مخصوص کردیا جائے جس میں چوبیس گھنٹے کھال والی فلموں کی نمائش ہو۔ندیم' دلیپ' ایتابھ' ایشور یہ کپڑے پہن کر فلموں میں کام کرتی ہیں۔

2- 40-15 برس تک کی خواتین پاکستان میں اس وقت تک شلوار/جینز وغیرہ پہننا ترک کردیں جب تک فتح حاصل نہ ہو۔

18- ان اقدامات کے باوجود جنگ کا فی کٹھن اور طویل مدت تک چلنے کا اندیشہ ہے۔اس سے یہ ہوگا کہ دشمن چاہے کسی کونے کھدری میں چھپا ہوا اپنے فاسد خیالات (چونکہ یہ نظریاتی جنگ ہے) سے شفا پا جائے گا اور سول سوسائٹی میں شامل ہوجانے کے قابل ہوسکے گا۔ممکن ہے کچھ لوگوں کو یہ خیالات مجرو لگیں اور انہیں نا قابل عمل محسوس ہوں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

19-انہیں میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ گزشتہ سال جنوری کی پہلی تاریخ کو مینگلور (بھارت) میں نئے سال کے موقع پر مے خانوں میں آنے والی خواتین کو ''شری رام سینا'' کے رضا کاروں نے زدوکوب کیا تھا اور رنگ میں بھنگ ڈالا تھا اور اس کے حق میں یہ دلیل دی تھی کہ وہ ہندوستانی خواتین کی عزت وحرمت کا تحفظ چاہتے ہیں۔ اسی طرح ویلنٹائن ڈے پر مینگلور میں ایک دوسرے کو گلاب پیش کرنے والے نوجوانوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔

دہشت گردی کے مظاہروں کے خلاف جوابی کارروائی یہ کی گئی کہ حوالہ شروع ''مینگلور کی لڑکیوں کے ایک ہجوم نے بہت ہی مختصر لباس اور گلابی رنگ کی زیر جاموں میں سری رام سینا کے دفاتر پر دھاوا بول دیا مگر اتنی احتیاط ضرور کی کہ کسی قسم کی تشدد کی کارروائیوں سے گریز کیا۔ آبائے شہر نے لڑکیوں کے اس ردعمل کو قدرتی قرار دیا اور سری رام سینا کو اس کا ذمہ دار قرار دیا۔ جو صوبے میں طالبانیت متعارف کرانا چاہتی ہیں''۔ حوالہ ختم (روزنامہ جنگ کراچی ۸۔۳۔۲۰۰۹ء)

20-اس کے علاوہ عمر فاروق عبدالمطلب کی ہوائی جہاز دھماکے سے اڑانے کے الزام میں مبینہ گرفتاری سے جو 2009ء کے آخری ہفتے میں ہوئی اور اس کے نتیجے میں ایشیا اور افریقہ کے چودہ ممالک (جن میں پاکستان بھی شامل ہے) سے روانہ ہونے والے مسافروں کی ریاست ہائے متحدہ پہنچ کر الف ننگا کر کے تلاشی سے بھی ہمیں معتدبہ مدد ملنے کی توقع ہے۔ ہاں اگر ہم آئین نو سے ڈرتے رہے اور طرز کہن پر اڑے رہے تو ہمارا انجام ایک اخباری بیان کے مطابق یوں ہوگا۔ جو مطالبے کی صورت میں شائع ہوا تھا۔

1-پاکستانی فوجیں ان کے علاقوں سے چلی جائیں۔

2-سیاستدان ان کے سامنے ننگوں ہو جائیں۔

3-عوام اپنا طرز زندگی ترک کر دیں۔

4-تو وہ ہمیں معافی دینے کو تیار ہیں۔ (روزنامہ ایکسپریس ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۸ء) لیکن لیکن

(Anti Terrorism is state terrorism)

نوٹ:۔ محدود وقت کے باعث مذاکرے میں صرف نکات ۲،۱، ۵ اور ۸ پر اظہار خیال ہو سکا۔

مورخہ: ۱۸۔۱۔۲۰۱۰ء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com